36

اگر ہم خدائی جماعت ہیں تو دنیا کی کوئی طاقت ہمیں تباہ نہیں کر سکتی

(فرمودہ 19 نومبر 1948ء بمقام لاہور)

تشہّد، تعوّذ اور سورۃ فاتحہ کی تلاوت کے بعد فرمایا:

" گزشتہ جمعہ میں مَیں نہیں آ سکا کیونکہ اُس سے پہلے جمعہ کے بعد ہفتہ کے دن سے مجھے شدید کھانسی شروع ہوگئی۔ ایسی شدید کہ میرے لیے چند الفاظ بھی بلند آواز سے بولنا مشکل ہوگیا۔ اب بھی مجھے کھانسی کی تکلیف ہے۔ صبح اور شام بہت زیادہ ہو جاتی ہے اور ظہر کے وقت سے مجھے حرارت شروع ہو جاتی ہے جس کی وجہ سے مَیں مغرب اور عشا کی نمازوں میں نہیں آ سکتا۔ ظہر اور عصر کی نمازوں میں مَیں آ جاتا ہوں کیونکہ ان میں بالجہر قراءت نہیں ہوتی۔ بہرحال چونکہ اب کچھ کمی کے آثار شروع ہیں اس لیے مَیں جمعہ پڑھانے کے لیے آ گیا ہوں۔

مَیں نے گزشتہ جمعہ سے پہلے جمعہ میں ایک خط کا ذکر کیا تھا جو مجھے ایک شخص کی طرف سے ملا۔ میری غرض اُس خط کا ذکر کرنے سے یہ تھی کہ مَیں اس شخص پر یہ ظاہر کروں کہ اگر وہ لاہور کا ہے (گو مجھے شبہ ہے کہ وہ لاہور کا نہیں) تو اُس کو بھی معلوم ہو جائے کہ مَیں نے اُس کے خط کو چُھپایا نہیں

بلکہ اس جماعت کے سامنے اُسے ظاہر کر دیا ہے جس سے وہ اپنا تعلق بتاتا اور جس پر وہ اپنا بھروسہ ظاہر کرتا ہے اور تا اُس کو یہ بھی معلوم ہو جائے کہ اُس نے جو کچھ لکھا ہے خود اِس جماعت کے افراد اُس سے اختلاف رکھتے اور اُس کے اِس رویہ پر سخت نفرت کا اظہار کرتے ہیں۔ مَیں نے یہ بات ایسے رنگ میں بیان نہیں کی تھی کہ مَیں اُس کے اِس فعل کو لاہور کی جماعت کی طرف منسوب کروں یا اس بارہ میں جماعت کو کسی قسم کی تنبیہہ کروں بلکہ صرف اُس کے خیالات کو بیان کرنے پر مَیں نے اکتفا کیا تھا اور اس نقطہ نگاہ کو واضح کیا تھا کہ سلسلہ احمدیہ کے مقابل پر کھڑا ہونے کی کوئی شخص طاقت نہیں رکھتا۔ میرا مقصد یہ بتانا تھا کہ اُس شخص کو معلوم ہو جائے کہ اُس کی بات اپنے اندر کتنا وزن رکھتی ہے اور جماعت میں اس کے متعلق کیا جذبات پائے جاتے ہیں۔ اس کے بعد لاہور کی جماعت کی طرف سے مجموعی طور پر بھی اور بعض لوگوں کی طرف سے انفرادی رنگ میں بھی خطوط ملے ہیں کہ وہ اس شخص کے خیالات کے متعلق سخت اظہارِ نفرت کرتے ہیں لیکن مَیں سمجھتا ہوں اس کی بھی چنداں ضرورت نہیں تھی۔

حقیقت یہ ہے کہ جب تک جماعتیں ترقی کی طرف اپنا قدم بڑھائے چلی جاتی ہیں اُس وقت تک فتنہ انگیز لوگ اپنی کارروائیوں میں کامیاب نہیں ہوا کرتے۔ قطع نظر اس سے کہ وہ بڑے ہوں یا چھوٹے۔ ہماری جماعت میں ایسے ایسے افراد اور جتھوں نے بھی فتنہ پیدا کرنے کی کوشش کی ہے جو جماعت میں اثر رکھتے تھے لیکن ان کے فتنے اور ان کی شورشیں اکثر اُنہی پر پڑیں اور وہ ہمیشہ ہی ناکام رہے۔ یہ جو مَیں نے کہا ہے کہ ان کی شورشیں اکثر اُنہی پر پڑیں اِس کا یہ مطلب نہیں کہ بعض لوگ کامیاب بھی ہوئے۔ بلکہ میرا مطلب یہ ہے کہ بعض کو ابھی خدا تعالیٰ کی طرف سے سزا نہیں ملی آئندہ مل جائے گی۔ لیکن جہاں تک کسی فتنے کا تعلق ہے وہ کبھی بھی کامیاب نہیں ہوا قطع نظر اُن وعدوں کے جو خدا تعالیٰ نے میری ذات کے متعلق کیے ہوئے ہیں یا قطع نظر اُن وعدوں کے جو خدا تعالیٰ نے براہ راست مجھ سے کیے ہیں۔ اگر یہ وعدے نہ ہوتے تب بھی جماعت ابھی اس مشن کو پورا نہیں کر سکی جس کے لیے اسے قائم کیا گیا تھا اور جب تک کوئی جماعت اپنے مقصد کو پورا نہیں کر لیتی اس وقت تک وہ گرا نہیں کرتی۔ یہ ایک اصول ہے جو ہمیشہ قائم رہا اور اب بھی قائم ہے۔ ہاں جب وہ اپنے مقصد کو پورا کر لیتی ہے تو اس کے بعد اُس میں تنزل کے آثار پیدا ہو سکتے ہیں۔ اس سے پہلے انفرادی تنزل آ سکتا ہے، شخصی تنزل آ سکتا ہے لیکن جماعتی خرابی اُس میں پیدا نہیں ہو سکتی بلکہ جماعت کے لحاظ سے

بھی اگر اُس میں بعض کمزوریاں ہوں تو وہ جماعتی خرابی نہیں کہلا سکتی۔ جماعتی خرابی کے یہ معنے ہوتے ہیں کہ جماعت بحیثیت جماعت گر جائے اور وہ خدا تعالیٰ کی مدد اور اُس کی نصرت کو کھو بیٹھے اور آدم علیہ السلام کے زمانہ سے لے کر اب تک کبھی ایسا نہیں ہوا کہ کوئی جماعت اپنے مقصد کو پورا کرنے سے پہلے بحیثیت جماعت بگڑ جائے اور وہ اللہ تعالیٰ کی نصرت کو کھو بیٹھے۔ یہ زمانہ ابھی وہی چل رہا ہے جس میں وہ پیشگوئیاں جو حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اسلام اور احمدیت کی ترقی کے متعلق کی ہیں ابھی پوری نہیں ہوئیں۔ اور جب تک وہ پیشگوئیاں پوری نہیں ہوتیں یہ جماعت بحیثیت جماعت خدا تعالیٰ کا آلہ کار ہے اور کبھی کوئی فن کار اپنے آلہ میں خرابی پیدا ہونے پر اُسے توڑا نہیں کرتا بلکہ اُس کی خرابی کی اصلاح کی کوشش کرتا ہے۔ ہاں جب وہ اپنے مقصد کو پورا کر لے تو پھر بے شک وہ اُسے توڑ پھوڑ بھی دیتا ہے۔ ایک درزی اپنے استعمال کے لیے قینچی مول لیتا ہے تو جب تک وہ اسے استعمال کرنا چاہے وہ اسے خراب نہیں ہونے دیتا۔ بلکہ اگر کوئی خرابی اُس میں پیدا ہو تو وہ اُس کو دور کرنے کی کوشش کرتا ہے۔ ہاں جب وہ قینچی اُس کے لیے آلہ کار نہیں رہتی تو پھر بے شک وہ اسے پھینک دیتا ہے۔ اسی طرح ایک قصاب اپنی ضروریات کے لیے چُھری مول لیتا ہے جب تک چُھری اُس کا آلہ کار رہتی ہے، جب تک وہ اس چُھری سے بکرے ذبح کرنا چاہتا ہے اُس وقت تک وہ اسے خراب نہیں ہونے دیتا۔ ہاں جب اس کا اپنا ارادہ یہ ہو کہ اب مَیں بکرے ذبح نہیں کروں گا تو پھر بے شک وہ اُسے پھینک دیتا ہے۔ بہرحال جس مقصد کے لیے کوئی چیز لی جاتی ہے اُس مقصد کے پورا ہونے سے پہلے اُس چیز کو ضائع نہیں کیا جاتا۔ خدا تعالیٰ بھی جب کسی جماعت کو ایک خاص مقصد کے قیام کے لیے منتخب فرماتا ہے تو وہ اُس جماعت کو بحیثیت جماعت اس وقت تک خراب نہیں ہونے دیتا جب تک وہ اپنے مقصد کو پورا نہیں کر لیتی۔ جب وہ اپنے مقصد کو پورا کر لیتی ہے تو اس کے بعد اُس میں تنزل کے آثار بھی پیدا ہو سکتے ہیں لیکن اُس سے پہلے نہیں۔

پس یہ مجنونانہ بات ہے کہ جماعت احمدیہ کے متعلق یہ خیال کیا جائے کہ جبکہ ابھی اس نے اپنے مقصد کو پورا ہی نہیں کیا اس میں نَعُوْذُ بِاللّٰہ تنزل اور خرابی کے آثار پیدا ہو گئے ہیں جو شخص یہ خیال کرتا ہے کہ وہ اپنی عقل کی وجہ سے یا کسی خفیہ سازش اور تدبیر کی وجہ سے یا کسی منصوبہ کی وجہ سے یا کسی اَور طاقت کی وجہ سے ایک مامور کی جماعت کو بگاڑ سکتا ہے یا اُس میں ایسا فتنہ پیدا کر سکتا ہے

جو خدائی نظام کو درہم برہم کر دے وہ دوسرے لفظوں میں یہ اقرار کرتا ہے کہ وہ مامور جھوٹا تھا اور وہ جماعت خدائی جماعت نہیں تھی۔ اور اگر وہ مامور خدا تعالیٰ کی طرف سے تھا اور اگر وہ جماعت واقع میں خدا تعالیٰ کی جماعت تھی تو اس مقصد کے پورا ہونے سے پہلے جس کے لیے وہ مامور بھیجا گیا تھا اُس میں تباہ کر دینے والا تفرقہ پیدا ہی کس طرح ہوسکتا ہے۔ اگر ایسا تفرقہ پیدا ہو جائے تو جماعت اپنے مقصد میں ناکام رہے گی اور اگر ناکام رہے گی تو مامور یقیناً جھوٹا ہوگا۔ پس یہ تو کوئی سوال ہی نہیں کہ اس کے یا کسی اَور کے فتنہ پیدا کرنے سے کیا ہو جائے گا۔ یہ تو ہم پہلے دن سے جانتے ہیں۔ اُن فتنوں کے متعلق بھی جو کھڑے کیے گئے اور اُن فتنوں کے متعلق بھی جو موجود ہیں اور اُن فتنوں کے متعلق بھی جو آئندہ ہو سکتے ہیں کہ ان میں سے کوئی بھی کامیاب نہیں ہوسکتا اور کوئی شخص بھی اپنے مقصد کو نہیں پاسکتا۔ کیونکہ اگر فتنہ کامیاب ہو جائے اور شیطان اپنے مقصد کو پالے تو حضرت مسیح موعود علیہ السلام مسیح نہیں رہتے اور ان کی جماعت خدائی جماعت نہیں رہتی۔ کیونکہ ابھی تک اُس نے اُس مقصد کو حاصل نہیں کیا جس کے لیے وہ قائم کی گئی تھی۔ اور ابھی تک وہ پیشگوئیاں پوری نہیں ہوئیں جو اسلام اور احمدیت کی ترقی کے متعلق حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے فرمائی تھیں۔

بعض چیزیں ایسی ہوتی ہیں جن کو انسان روزِ روشن کی طرح جانتا ہے اور وہ سونے سے پہلے بھی جانتا ہے اور سونے کے وقت بھی جانتا ہے۔ دن کے اوقات میں بھی جانتا ہے اور رات کی گھڑیوں میں بھی جانتا ہے اور انہی صداقتوں میں سے ایک یہ بھی ہے جو نہ پہلے بدلی اور نہ آئندہ بدلے گی۔ پس میرا منشا اس خط کے اظہار سے یہ تھا کہ مَیں لکھنے والے کو خود اُس کی اپنی نظروں میں ذلیل کر دوں اور وہ سمجھے کہ مَیں نے جھوٹ بولا تھا۔ اگر مَیں اُس خط کے مضمون کو بیان نہ کرتا تو وہ دل میں خیال کر لیتا کہ دیکھا آخر ڈر گئے اور انہوں نے سمجھ لیا کہ اس فتنہ انگیزی میں یہ شخص کامیاب ہو جائے گا۔ تب مَیں نے مناسب سمجھا کہ اس خط کا ذکر کر دوں تا کہ وہ لوگ جن پر اُس نے حُسنِ ظنی کی یا صحیح لفظوں میں یوں کہو کہ بدظنی کرتے ہوئے یہ سمجھا کہ وہ اس فتنہ میں مبتلا ہو جائیں گے وہ بھی اس کے لیے ایسا جواب مہیا کر دیں کہ جس کے بعد اس کے لیے اپنے جھوٹ سے آگاہ ہونا کوئی مشکل نہ رہے۔ ورنہ جیسا کہ میں نے بارہا بتایا ہے خدائی ارادوں میں کوئی شخص حائل نہیں ہوسکتا۔ اور اگر کوئی شخص حائل ہونے کی کوشش کرے تو وہ اللہ تعالیٰ کے عذاب کا نشانہ بن جاتا ہے۔ لیکن دل چاہتا ہے کہ ہمارا کوئی عزیز تباہ نہ ہو۔

ورنہ واقعہ یہ ہے کہ جن مقاصد کے لیے خدا تعالیٰ نے اِس جماعت کو قائم کیا ہے اُس میں جماعتیں تو الگ رہیں، ملک تو الگ رہے ساری دنیا مل کر بھی کچھ نہیں کر سکتی۔ اس لیے جہاں تک خدائی تائید اور نصرت کا سوال ہے لاہور کی جماعت یا پاکستان کی ساری جماعتیں یا ساری دنیا کی جماعتیں بھی اِس میں روک پیدا نہیں کر سکتیں اور کسی فتنہ کے پیدا ہونے سے کوئی چیز ہمیں ڈرا نہیں سکتی۔ کیونکہ اگر یہ سچ ہے کہ خدا نے ہم سے ایک کام لینا ہے تو دنیا کی طاقتوں کے متعلق یہ سمجھ لینا کہ وہ اس میں روک بن سکتی ہیں اِس کے معنے یہ ہوں گے کہ ہم اِس امر کا اظہار کرتے ہیں کہ ہمارا خدا نَعُوْذُ بِاللّٰہ ناقص اور کمزور ہے اور وہ دنیا کے لوگوں سے ڈر جائے گا۔

پس مَیں ان دوستوں کی خاطر جنہوں نے گھبراہٹ میں مجھے خطوط لکھے ہیں اور یہ سمجھا ہے کہ مَیں ان کے متعلق کسی بدظنی میں مبتلا ہوں یہ ظاہر کر دینا مناسب سمجھتا ہوں کہ انہوں نے جو نتیجہ نکالا وہ غلط ہے۔ جیسا کہ مَیں بتا چکا ہوں اللہ تعالیٰ کی طرف سے یہ خبر تھی کہ لاہور فتنوں کا گھر بننے والا ہے چنانچہ جتنے فتنے اٹھے ان میں سے اکثر یہیں سے اٹھے۔ یہیں ہماری مخالف جماعت کا مرکز ہے۔ اور پھر وہ لوگ جو قادیان سے نکلے انہوں نے بھی لاہور میں ہی جتھے پیدا کیے۔ مگر جہاں وہ پیشگوئیاں تھیں وہاں یہ بھی پیشگوئی تھی کہ اللہ تعالیٰ نے اس شہر کو متروک نہیں کیا بلکہ اس میں نیک اور پاک لوگ بھی موجود ہیں [1] اور کسی جماعت میں سب کے سب مخلص لوگوں کا ہونا کوئی شرط نہیں ہوتا اور نہ یہ ممکن ہوتا ہے کہ کوئی شہر ایسا ہو جس میں کوئی غیر مخلص نہ ہو۔ ہر جماعت میں مخلص بھی ہوتے ہیں اور غیر مخلص بھی ہوتے ہیں۔ بہرحال یہ بھی ناممکن ہے کہ ہم اس شہر کے متعلق یہ کہہ سکیں کہ اس میں کوئی غیر مخلص نہیں۔ اور یہ بھی ناممکن ہے کہ ہم یہ کہیں کہ اس میں کوئی مخلص نہیں۔ ہوسکتا ہے کہ دنیا میں کئی شہر ایسے ہوں بلکہ ہیں جن میں نام کا بھی کوئی احمدی نہیں مخلص ہونا تو الگ رہا۔ اسی طرح ہوسکتا ہے کہ کئی شہر ایسے ہوں جن میں احمدی تو ہوں لیکن مخلص نہ ہوں۔ لیکن لاہور کے متعلق حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کو اللہ تعالیٰ نے جو خبر دی اُس میں یہ بتایا گیا ہے کہ یہاں مخلص ہیں۔ پس جہاں یہ ناممکن بات ہے کہ ہم کسی شہر کے متعلق یہ خیال کر لیں کہ وہاں غیر مخلص کا ہونا ناممکن ہے وہاں لاہور کے متعلق یہ خیال کر لینا کہ یہاں سلسلہ احمدیہ کی زندگی کے دوران میں کسی وقت سب غیر مخلص ہو سکتے ہیں قطعی طور پر غلط ہے۔ اَور شہروں میں ہوسکتا ہے کہ مخلص لوگ نہ ہوں لیکن لاہور کے متعلق

حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی پیشگوئی ہے کہ یہاں مخلص لوگ ضرور ہوں گے۔ پس جب تک وہ مقصد پورا نہیں ہوتا جس کے لیے اللہ تعالیٰ نے اِس جماعت کو قائم فرمایا ہے اُس وقت تک لاہور کی جماعت میں کچھ نہ کچھ مخلص ضرور رہیں گے۔ اور مَیں سمجھتا ہوں کہ یہ چیز بھی لاہور کی جماعت کے لیے فخر کا موجب ہوسکتی ہے۔ کم سے کم ایسے لوگ جن کے دلوں میں ایمان کی تڑپ ہو اور وہ سمجھتے ہوں کہ گو ہم کمزور ہیں مگر طاقتور بننا چاہیے، جن کے دلوں میں یہ خواہش ہو کہ گو ہم کم علم ہیں مگر دین کا علم حاصل کرنا چاہتے ہیں ایسے لوگوں کے لیے یہ چیز بھی ایک رنگ میں محرّک ہوسکتی ہے۔ ہوسکتا ہے کہ وہ ایسے شہر میں ہوتے جس کے متعلق اِس قسم کی کوئی خبر نہ ہوتی کہ وہاں مخلصوں کا ہونا ضروری ہے۔ مگر اب وہ ایسے شہر میں ہیں جس کے متعلق اللہ تعالیٰ کی طرف سے یہ خبر ہے کہ یہاں مخلصوں کا ہونا ضروری ہے۔ پس ایسا شخص جس کے دل میں نیکی اور تقویٰ میں ترقی کرنے کی خواہش موجود ہو اُس کے لیے ایک سہارا موجود ہے، ایک امید دلانے والی شعاع موجود ہے۔ وہ سمجھے گا کہ جب کچھ نہ کچھ مخلص افراد اِس میں ضرور ہونے چاہییں تو کیوں نہ کوشش کر کے مَیں خود ہی اس مقام کو حاصل کر لوں۔ جب خدا کہتا ہے کہ اِس شہر میں نیک افراد بھی ہوں گے تو کیوں نہ مَیں بھی ان نیک افراد میں اپنے آپ کو شامل کرنے کی کوشش کروں۔

مَیں جانتا ہوں کہ لاہور کی جماعت کے متعلق مجھے بہت کچھ کہنا پڑا ہے اور بار بار مَیں نے اس جماعت کو اس کی کمزوریوں کی طرف توجہ دلائی ہے مگر اِس کی وجہ اخلاص کی کمی نہیں بلکہ تنظیم کی کمزوری ہے۔ یہ شہر اب اتنا بڑا ہو گیا ہے اور اس کی آبادی اِتنی بڑھ چکی ہے کہ معمولی شہروں والا نظام اب یہاں کامیاب نہیں ہوسکتا۔ یہاں لازماً اب ہمیں اَور انتظام کرنا پڑے گا۔ کیونکہ جس طرح چھوٹے شہروں میں ہر جگہ آسانی کے ساتھ پہنچا جاسکتا ہے اُس طرح یہاں ایک دوسرے کے پاس نہیں پہنچا جاسکتا۔ اِسی لیے مَیں نے توجہ دلائی تھی کہ مختلف حلقوں میں مساجد کے لیے کوئی نہ کوئی جگہ مخصوص کر لینی چاہیے۔ چاہے وہ کتنی چھوٹی ہو۔ میری غرض اس سے یہ تھی کہ جب مسجدیں بنیں گی تو لازماً مبلغ بھی رکھنے پڑیں گے۔ بڑے مبلغ نہ سہی دیہاتی مبلغ بھی رکھ دیئے گئے تب بھی اس کے نتیجہ میں شہر کے مختلف مرکز بن جائیں گے اور نگرانی میں آسانی ہو جائے گی۔ یہ شہر دس بارہ میل لمبا اور سات آٹھ میل چوڑا ہے اور اتنے بڑے شہر میں کوئی معمولی انجمن کام نہیں کر سکتی۔ دنیا کے باقی بڑے شہروں میں بھی

یہی دستور ہے کہ وہاں شہر کا انتظام بالکل الگ ہاتھوں میں ہوتا ہے۔ مثلاً ہر ضلع کا ایک سپرنٹنڈنٹ پولیس ہوتا ہے مگر بڑے شہروں کا پولیس افسر الگ ہوتا ہے جو کمشنر کہلاتا ہے۔ بمبئی میں ضلع کا سپرنٹنڈنٹ الگ ہے اور شہر کا کمشنر پولیس الگ ہے۔ اِسی طرح کلکتہ کے ضلع کا سپرنٹنڈنٹ پولیس اَور ہے اور کلکتہ شہر کا کمشنر پولیس اَور ہے کیونکہ اتنے بڑے شہر میں زائد انتظامات کرنے ضروری ہوتے ہیں۔ لاہور پہلا شہر ہے جہاں ہماری اتنی بڑی جماعت موجود ہے۔ یوں تو کلکتہ اور بمبئی میں بھی جماعتیں ہیں مگر بمبئی میں کوئی سوڈیڑھ سو آدمی ہیں اور کلکتہ میں دواڑھائی سو۔ یہاں چار پانچ ہزار احمدی ہیں اور پھر یہ احمدی قریباً ہر محلّہ میں پھیلے ہوئے ہیں۔ وہاں صرف ایک دو محلوں میں ہی احمدی آبادی ہے۔ اِس وجہ سے اگر اَور شہروں میں کوئی کمزوری اور نقص ہو تو وہ نمایاں نہیں ہوتا لیکن ہزاروں کا نقص نمایاں ہو جاتا ہے اور وہ سب کو نظر آنے لگ جاتا ہے۔ کچھ تو اِس وجہ سے کہ نقص اپنی ذات میں ایک عیب ہے اور کچھ اُس نقص کے نمایاں ہونے کی وجہ سے نظر آجاتا ہے۔ انسان کے جسم پر اگر اُس کی گردن کے نیچے اور گھٹنوں کے اوپر کوئی بدنما داغ ہو تو ساری عمر پاس رہنے والے دوست کو بھی شبہ تک نہیں ہوگا کہ اُس میں کوئی نقص پایا جاتا ہے لیکن اگر اُس کے منہ پر اُس داغ سے دسواں حصہ چھوٹا ایک تل پایا جاتا ہو تو وہ سب کو نظر آجائے گا۔ پس کسی نقص کا نمایاں ہونا یہ بھی انسان کو نکّو 2 بنا دیتا ہے۔ لاہور کی جماعت چونکہ مختلف جگہوں میں پھیلی ہوئی ہے اور ہزاروں کی تعداد میں ہے اس لیے اگر کوئی نقص ہوتا ہے تو لازماً اس کی طرف زیادہ توجہ کرنی پڑتی ہے لیکن جہاں جماعت تھوڑی ہو وہاں نقص کا پتہ بھی نہیں لگتا۔

اس میں کوئی شبہ نہیں کہ ہمارے نقطہ نگاہ سے یہاں کی جماعت ابھی بہت تھوڑی ہے اور ضروری ہے کہ اسے ترقی دی جائے لیکن اَور جماعتوں کے مقابلہ میں یہ جماعت اب بڑھ چکی ہے اور ضروری ہے کہ اس کی ایسے رنگ میں تنظیم کی جائے کہ ایک طرف تو سارے شہر کے مشترکہ نظام کی صورت رہے اور دوسری طرف حلقے اپنے اپنے علاقوں میں مفید کام کر سکیں۔ تمام دنیا میں یہی دستور ہے کہ بڑے شہروں کا نظام اَور طرح چلایا جاتا ہے۔ مثلاً لندن میں سارے شہر کے لیے کارپوریشن بھی ہے اور پھر الگ الگ وارڈوں میں الگ الگ میونسپل کمیٹیاں بھی ہیں جو اپنے علاقہ کی مخصوص ضروریات کا فکر رکھتی اور اُن کے بارہ میں تدابیر اختیار کرتی ہیں۔ مثلاً وہاں تعلیم کارپوریشن کے سپرد

نہیں بلکہ وارڈ کے سپرد ہے۔ کارپوریشن کے سپرد بڑے بڑے کام ہوتے ہیں اور چھوٹی چھوٹی باتیں مقامی میونسپل کمیٹیوں کے سپرد ہوتی ہیں۔ جیسے تعلیم ہے یا لوگوں کے لیے ہواخوری کا انتظام کرنا ہے یا ان کی صحت کا خیال رکھنا ہے۔ اس کے لیے چھوٹی چھوٹی میونسپل کمیٹیاں بن جاتی ہیں جو تمام کام کرتی ہیں۔ اِسی طرح لاہور میں بھی مقامی کمیٹیاں بنی ہوئی ہیں۔ گو مَیں سمجھتا ہوں کہ ان کا نظام ایسا اچھا نہیں۔

مجھے یاد ہے جب مَیں لندن گیا تو جس علاقہ میں ہماری مسجد ہے اُس علاقہ کے وارڈ میں دوستوں نے میری تقریر کرانی چاہی جسے مَیں نے تسلیم کرلیا۔ وہ تقریر ہندوستان کے حالات پر تھی۔ میری تقریر کے وقت جلسہ کا جو پریذیڈنٹ تھا وہ اس وارڈ کی طرف سے پارلیمنٹ کا ممبر تھا اور اتنا بڑا اثر اور رسوخ رکھنے والا تھا کہ وزیراعظم کی تقاریر کے وقت اکثر وہی شخص پریذیڈنٹ ہوا کرتا تھا۔ جب میری تقریر ختم ہوئی تو انہوں نے چائے پلائی اور پھر وہ مشایعت3 کے لیے میرے ساتھ چل پڑے۔ مَیں نے سمجھا کہ یہ مجھے خوش کرنے کے لیے رسماً ساتھ چل پڑے ہیں۔ کچھ دور جا کر مَیں نے ان سے کہا کہ اب آپ تشریف لے جایئے ہم چلے جائیں گے۔ انہوں نے کہا مَیں نے ابھی کچھ دور آپ کے ساتھ ہی چلنا ہے۔ تھوڑی دیر کے بعد مَیں نے پھر کہا کہ اب آپ تشریف لے جایئے۔ انہوں نے کہا میری غرض آپ کے ساتھ آنے سے یہ ہے کہ مَیں آپ کو ایک جگہ دکھانا چاہتا ہوں۔ چنانچہ کچھ دور جانے کے بعد ایک چوک آ گیا جس میں ایک فوّارہ لگا ہوا تھا اور اس کے اردگرد چھوٹی چھوٹی منڈیریں تھی تا کہ بچے جب وہاں سیر کے لیے آئیں تو بیٹھ سکیں۔ وہاں پہنچ کر انہوں نے کہا بس یہ جگہ آپ کو دکھانے کے لیے مَیں آیا تھا۔ پھر انہوں نے کہا ہم کہا کرتے ہیں کہ ہم بڑے تعلیم یافتہ ہیں اور ہماری پبلک ساری سیاسیات کو سمجھتی ہے بلکہ ہم یہ بھی کہا کرتے ہیں کہ بعض ممالک کی سیاست ناقص ہے اور وہ صحیح جمہوری اصولوں پر حکومت نہیں کر رہے مگر دراصل یہ بات غلط ہے۔ ہماری پبلک بھی اُسی طرح جاہل ہے جس طرح اَور دنیا کے لوگ جاہل ہیں۔ چنانچہ مَیں آپ کو اپنا واقعہ سناتا ہوں۔ مَیں نے جنگ کے موقع پر اپنی قوم کے لیے بڑی بڑی قربانیاں کیں۔ لاکھوں کی تجارت مَیں نے ملک کی خدمت کے لیے تباہ کر دی۔ اس کے بعد بعض اہم کاموں کے لیے مَیں سالہا سال بیرونی ممالک میں رہا۔ اِتنی بڑی خدمات کے بعد جب مَیں واپس آیا تو مجھے بعض دوستوں نے کہا کہ آپ اِس وارڈ کی طرف سے پارلیمنٹ کی ممبری کے لیے کھڑے ہو جائیں۔ مَیں نے اُن کی اِس بات کو مان لیا اور کھڑا ہو گیا۔ لوگوں

نے کہا آپ کو پروپیگنڈا کرنا چاہیے۔ مَیں نے کہا مجھے پروپیگنڈا کی کیا ضرورت ہے، میری خدمات ملک پر ظاہر ہیں اور جو شخص میرا مدِّ مقابل ہے اُس کی کمزوریاں بھی سب پر عیاں ہیں۔ ان حالات میں مجھے پروپیگنڈا کی کیا ضرورت ہے۔ جب انہیں پتہ ہے کہ ملک کیلئے میں نے اپنی تجارتیں برباد کیں اور دور دراز ممالک کے سفر کئے اور سالہا سال باہر رہا تو اب اپنے لئے کسی پروپیگنڈا کی کیا ضرورت ہے غرض میں نے اُن کی بات کو رد کر دیا مگر جب الیکشن کا نتیجہ نکلا مجھے معلوم ہوا کہ سَو میں سے دس ووٹ میرے تھے اور باقی سب میرے مدِّ مقابل کے تھے اس پر مجھے سخت صدمہ ہوا اور مَیں نے ارادہ کیا کہ ان کاموں سے ہی ہٹ جاؤں۔ مگر آخر بعض دوستوں نے کہا کہ بیوقوفی تمہاری ہے جو کام تم پیش کرتے ہو وہ تو بڑے بڑے لوگوں کے علم میں ہے۔ محلّہ والوں کو کیا معلوم ہے کہ تم نے کیا کیا؟ انہیں تو اُسی کام کا علم ہوسکتا ہے جو محلّہ والوں کے لیے کیا جائے۔ اِس لیے تم ہمت نہ ہارو اور جب دوبارہ الیکشن ہو تو اُس وقت پھر کھڑے ہو جاؤ اور کوشش کرو کہ تمہیں ووٹ ملیں۔ چنانچہ جب دوبارہ الیکشن کا موقع آیا تو دوستوں نے مجھے مجبور کیا کہ چلیے اور ایک جلسہ میں اپنے متعلق تقریر کیجیے۔ جب مَیں وہاں گیا تو ایک شخص جو میرے دوستوں میں سے ہی تھا جلسہ میں کھڑا ہو گیا۔ وہ ہوشیار تھا اور لوگوں کی نبض کو خوب پہچانتا تھا۔ اُس نے کہا جناب! آپ ہمیں یہ بتائیں کہ اگر آپ کو ووٹ دیئے جائیں تو آپ ہمارے فائدے کے لیے کیا کریں گے؟ ہم تو دیکھتے ہیں کہ ہر الیکشن کے موقع پر امیدوار کھڑے ہو کر تقریریں کر دیتے ہیں اور محلّہ والوں کے فائدہ کے لیے کچھ نہیں کرتے۔ اگر آپ ہم لوگوں کے فائدہ کے لیے کوئی کام کرنے کا وعدہ کریں تو ہم آپ کی مدد کرنے کو تیار ہیں۔ مَیں نے پوچھا کہ آپ کیا چاہتے ہیں؟ اُس نے پہلے سے طے شدہ سکیم کے مطابق جس کا آپس کے مشورہ سے فیصلہ ہو چکا تھا کہا کہ ہم تو یہ چاہتے ہیں کہ ہمارے محلّہ کے فائدے کے لیے کچھ کیا جائے۔ مثلاً ہمارے محلّہ کے لڑکوں کے بیٹھنے اور سیر و تفریح کرنے کی کوئی جگہ نہیں۔ اگر کسی چوک میں کوئی ایسی جگہ بنا دی جائے جہاں فرصت کے اوقات میں وہ بیٹھیں اور اچھے نظاروں سے لُطف اندوز ہوں تو ہم آپ کی مدد کرنے کے لیے تیار ہیں۔ فرمائیے کیا آپ ایسا کرنے کے لیے تیار ہیں کہ یہاں چوک میں آپ ایک ایسی جگہ بنا دیں جس میں فوارہ لگا ہوا ہو اس کے اردگرد بچوں کے بیٹھنے کی جگہ ہو تا کہ بچے وہاں کھیلیں کُودیں اور سیر و تفریح کریں؟ مَیں نے کہا مجھے منظور ہے اور مَیں ممنون ہوں کہ محلّہ والوں نے مجھے اپنی ضرورت سے آگاہ کیا

ہے۔اس کے بعد میرے دوستوں نے مجھے کہا کہ اب آپ آرام کیجیے اور گھر بیٹھے ووٹ آپ کو ہی ملیں گے۔ چنانچہ مَیں نے یہ فوّارہ اور بچوں کے بیٹھنے کی جگہ بنوائی اور نتیجہ یہ ہوا کہ دوسری دفعہ 90 فیصدی ووٹ مجھے ملے اور دس فیصدی ووٹ میرے مدمقابل کو ملے۔انہوں نے کہا بس یہی فوارہ مَیں آپ کو دکھانے کے لیے اور یہ بتانے کے لیے یہاں آیا تھا کہ میری وہ ساری قربانیاں جن کے مقابلہ میں یہ فوّارہ کوئی حقیقت ہی نہیں رکھتا اور جو اُن کے 1/1000 حصہ کے برابر بھی نہیں۔اُن سے تو مَیں ووٹ حاصل نہ کر سکا لیکن جب مَیں نے یہ فوّارہ بنادیا تو مجھے ووٹ مل گئے۔اِس لیے کہ یہ کام ایسا تھا جو محلّہ والوں کو نظر آتا تھا۔

تو اگر اس قسم کے حلقے بنا دیئے جائیں تو نتیجہ یہ ہوگا کہ لوگ اپنے اپنے حلقہ کی ترقی اور دوسروں پر سبقت لے جانے کی کوشش کریں گے۔مگر اس کے ساتھ ہی یہ بھی ضروری ہے کہ شہر کا نظام بھی قائم رہے۔مثلاً شہر کے بڑے بڑے تبلیغی جلسے کسی محلّہ کی جماعت کی وجہ سے نہیں ہو سکتے۔اِسی طرح اگر اللہ تعالیٰ ہماری جماعت کو سمجھ اور توفیق دے تو اس کے لیے ضروری ہے کہ وہ اپنا مڈل سکول قائم کرلے۔پھر اسے ہائی سکول بنائے۔پھر ضروری ہے کہ ہمارا اپنا کالج ہو۔لڑکوں کے لیے الگ ہو اور لڑکیوں کے لیے الگ ہو۔اور یہ کام ایسے ہیں جنہیں محلّہ کی انجمنیں نہیں کرسکتیں۔لازماً شہر کا نظام ہی ان کاموں کو سرانجام دے گا۔پس یہ دونوں چیزیں ایک وقت میں ضروری ہیں اور اس بارہ میں مقامی جماعت کو اپنے فرائض کی طرف توجہ کرنی چاہیے۔جہاں تک مَیں سمجھتا ہوں لاہور کی جماعت میں اگر کوئی نقص ہے تو اِس کی وجہ نظام کی خرابی ہے ورنہ اگر انہیں سمجھایا جائے تو وہ سمجھ جاتے ہیں اور قربانی کرنے کے لیے تیار ہو جاتے ہیں۔

انسان کے اندر یہ کمزوری پائی جاتی ہے کہ اگر اسے براہ راست مخاطب نہ کیا جائے تو اس کے اندر سُستی پیدا ہو جاتی ہے۔اس سُستی کو دور کرنے کے لیے نظام کی ضرورت ہوتی ہے۔مگر نظام ایسا ہونا چاہیے جس میں مختلف حلقہ جات افراد کے فائدہ کے لیے بھی کچھ نہ کچھ کام کر رہے ہوں۔افسر بننے کے لیے ضروری ہوتا ہے کہ انسان کچھ کام لے اور کچھ کام دے۔جب تک کسی نہ کسی رنگ میں نظام کا وجود لوگوں کے لیے مفید نہ ہو اُس وقت تک اُن کی سستی دور نہیں ہوسکتی۔فطرتاً ہر انسان چاہتا ہے کہ میرا بھی کوئی کام ہو اور اس لیے وہ دوسروں کی طرف جھکتا ہے۔دینی نظام لے لو یا دنیوی دونوں میں یہی روح کام کرتی نظر آئے گی۔روحانی نظام میں جب لوگ حصہ لیتے ہیں تو اسی لیے کہ اللہ تعالیٰ

فلاں بزرگ کی دعائیں سنتا ہے۔ اُس کی زبان میں اُس نے برکت رکھی ہوئی ہے۔ اگر ہم اس سے تعلق پیدا کریں گے اور اس سے دعائیں کرائیں گے تو ہماری مشکلات دور ہوں گی۔ اِسی طرح مادی نظام میں لوگ اُسی وقت حصہ لیتے ہیں جب خود ان کو اپنا فائدہ بھی نظر آتا ہو۔ پس تنظیم ایسی ہونی چاہیے جس میں صرف لینے کا سوال نہ ہو بلکہ دینے کا بھی ہو۔ اور محلّہ کی تنظیم افراد کے فائدہ کے لیے کچھ نہ کچھ کام کرتی ہو تا کہ ان کے دلوں میں کام کرنے کا شوق پیدا ہو اور وہ اپنے آپ کو لوگوں کے لیے مفید بنا سکیں۔ مثلاً دیہاتی مبلغ اگر بچوں کو قاعدہ پڑھانے لگ جائیں یا جن کو قرآن کریم نہ آتا ہو اُن کو قرآن کریم پڑھانا شروع کریں اور یہ تحریک سارے محلّہ میں پھیل جائے تو محلّہ والوں میں خود بخود بیداری کا احساس پیدا ہو جائے گا اور وہ بھی کام کرنے لگ جائیں گے۔ بہر حال محلّہ کے لوگوں کے لیے کوئی نہ کوئی فائدہ کی صورت ہونی چاہیے۔ یا مثلاً یہ بھی ہوسکتا ہے کہ اگر کسی اتفاقی حادثہ کی وجہ سے کوئی شخص غریب ہو جائے تو اس کے لیے بطور امداد یا بطور قرض کچھ رقم جمع کی جائے مگر اس کی بھی محلّہ والے ہی نگرانی کر سکتے ہیں شہر کی انجمن سے تعلق رکھنے والے نہیں۔ بہر حال مقامی انجمنوں کو لوگوں کے فائدہ کے لیے کوئی نہ کوئی کام کرنا چاہیے۔ اب محلّہ کی انجمنیں صرف نام کی ہیں اور شہر کی انجمن کو ہی اصل انجمن سمجھا جاتا ہے۔ بے شک لاہور میں مختلف حلقے بنے ہوئے ہیں مگر انجمنوں والے مفید کام ابھی تک انہوں نے نہیں کیے۔ ان باتوں پر غور کر کے کسی صحیح نتیجہ پر پہنچنا جماعت کے لیے نہایت ضروری ہے۔ اس کے بعد جماعت کو ایسی طاقت حاصل ہو جائے گی کہ وہ زیادہ تیزی کے ساتھ ترقی کی طرف اپنا قدم اٹھا سکے گی۔

اِس وقت جماعت کی حالت یہ ہے کہ وہ یکدم 1/2 فیصدی آبادی سے گر کر 1/4 فیصدی تک آ گئی ہے۔ بے شک یہاں کی جماعت میں کسی قدر اضافہ بھی ہوا ہے مگر اس کے مقابلہ میں دوسری آبادی بہت زیادہ بڑھی ہے۔ پہلے ہم ہندو آبادی کو چھوڑ کر صرف مسلمان آبادی کے مقابلہ میں اپنا اندازہ لگاتے تھے مگر اب جتنے ہندو گئے ہیں اُن سے زیادہ مسلمان یہاں آ گئے ہیں۔ ہندوؤں نے اس شہر کو چھوڑا ہے۔ اُس وقت لاہور کی آبادی نو لاکھ کی تھی مگر اب سترہ لاکھ ہے۔ پہلے نو لاکھ آبادی میں سے چار لاکھ ہندو اور پانچ لاکھ مسلمان تھے مگر اب سترہ لاکھ سب کے سب مسلمان ہیں۔ اگر شہر لاہور نے ترقی کی، مسلمانوں نے ترقی کی، مسلمانوں کے دوسرے فرقوں نے ترقی کی لیکن احمدیت نے افراد میں ترقی کرنے کی بجائے تنزل اختیار کیا تو یہ چیز ایسی ہے جس کو دور کرنے کے لیے معمولی جدوجہد کام

نہیں آسکتی بلکہ اس کے لیے باقاعدہ تبلیغ اور تنظیم اور تمام محلوں میں بیداری پیدا کرنے کی ضرورت ہے۔ شہر کا نقشہ اپنے سامنے لٹکا لیا جائے اور کوئی گلی ایسی نہ رہنے دی جائے جس میں تبلیغ کا کوئی نہ کوئی ذریعہ موجود نہ ہو۔ مگر گلی کے یہ معنے نہیں کہ دو تین میل کے حلقہ میں ایک مبلغ بٹھا دیا جائے بلکہ گلی سے مراد صرف دو تین سو گز کا علاقہ ہے۔ اِس طرح شہر کا کوئی حصہ بھی ایسا نہیں رہنا چاہیے جس میں اُس حلقہ کی ضروریات کے مطابق کوئی مبلغ کام نہ کر رہا ہو۔ اگر اس طرح کام کیا جائے تو جماعت یکدم کئی گنا بڑھ جائے گی۔ عام طریق یہی نظر آتا ہے کہ جہاں کثرت سے احمدی رہتے ہوں وہاں وہ تبلیغ میں سُست ہو جاتے ہیں۔ لیکن جہاں اکیلا احمدی ہوتا ہے وہ اَور لوگوں کو بھی احمدی بنانے کی کوشش کرتا ہے اور لوگوں کو احمدیت میں شامل کر لیتا ہے۔ مَیں سمجھتا ہوں اگر پورے طور پر کام کیا جائے تو یہاں کے پانچ ہزار افراد تین سال میں ہی پندرہ بیس ہزار بن سکتے ہیں اور اس طرح یقیناً وہ اخراجات بھی پورے ہو سکتے ہیں جو جماعت کی تنظیم کی وجہ سے بڑھانے ہوں گے۔ شروع میں بے شک بوجھ زیادہ برداشت کرنا پڑے گا لیکن جب جماعت بڑھ گئی تو جو اخراجات پانچ ہزار کے لیے بوجھ کا موجب ہوں گے وہ تیس ہزار کے لیے بوجھ کا موجب نہیں ہوں گے۔

پس جماعت کو اس بارہ میں غور کرنا چاہیے اور جلد کوئی سکیم طے کرنی چاہیے۔ بلکہ افرادِ جماعت کو چاہیے کہ اگر ان کے ذہن میں کوئی بات آئے تو وہ مجھے بھی لکھیں کہ ہمارے خیال میں جماعت کو ان باتوں پر عمل کرنا چاہیے۔ بہرحال اِس مشکل کا حل اب ہمیں سوچنا پڑے گا اور جب اِس کا حل سوچا جائے گا تو ہو سکتا ہے کہ ایک فرد کے ذہن میں وہ بات آجائے جو جماعتی عہدیداروں کے ذہن میں نہ آئے یا جماعتی عہدیداروں کے ذہن میں وہ بات آجائے جو میرے ذہن میں نہ ہو۔ اگر جماعت میں یہ احساس پیدا ہو جائے کہ ہمیں اپنی موجودہ مشکل کا حل تلاش کرنا چاہیے تو مَیں سمجھتا ہوں اِسی سوچنے کے نتیجہ میں جماعت میں بہت بڑی تبدیلی پیدا ہو جائے گی۔

آخر یہ کتنے بڑے فکر کی بات ہے کہ جماعت جو پہلے یہاں 1/2 فیصدی تھی اب 1/4 فیصدی رہ گئی ہے۔ کیا یہ مرض اِس قابل نہیں کہ اس کے علاج کی جستجو کی جائے؟ لوکل انجمنوں کو چاہیے کہ وہ اس بارہ میں جلسے کریں، تقریریں کریں اور افرادِ جماعت کو اپنے خیالات پیش کرنے کا موقع دیں۔ اگر وہ ایسا کریں گے تو محض انہی جلسوں اور غور و فکر کے نتیجہ میں ہی وہ اپنے اندر

بہت بڑی تبدیلی محسوس کریں گے۔ بسااوقات مرض کی ترقی اِس وجہ سے ہوتی ہے کہ لوگ اُس کے متعلق غور کرنے کے عادی نہیں ہوتے۔ اگر انہیں سوچنے کا موقع دیا جائے تو قدرتی طور پر اُن میں بیماری کا احساس پیدا ہو جاتا ہے اور پھر اس احساس سے ان کی توجہ علاج کی طرف پھر جاتی ہے۔ بے شک ان کی تقاریر میں بعض باتیں لغو بھی ہوں گی، بعض ناتجربہ کاری پر دلالت کرتی ہوں گی، بعض مجنونانہ بڑ سے زیادہ وقعت نہیں رکھیں گی، بعض یونہی بلند آہنگی کے خیالات سے لبریز ہوں گی مگر کم سے کم اس کے نتیجہ میں اُن کے دل کی بھڑاس نکل جائے گی، ان کے دلوں کے شبہات دور ہو جائیں گے، ان کے قلوب کے وساوس جاتے رہیں گے۔ اور وہ یہ نہیں کہہ سکیں گے کہ ہمیں اپنے خیالات پیش کرنے کا موقع نہیں دیا جاتا۔ وہ سمجھیں گے کہ ہم نے باتیں کیں اور جماعت نے ہماری باتیں سنیں لیکن ان کو قابلِ عمل نہ سمجھا یا ان پر عمل کرنا اپنی طاقت سے بالا خیال کیا یا کسی تجویز کو موقع کے مناسب نہ سمجھا۔ یہ نہیں کہ ناواقفیت کی وجہ سے انہوں نے ہماری باتوں کی طرف توجہ نہیں کی۔ اس ذریعہ سے جماعت کے اندر بیداری کا قدرتی طور پر احساس پیدا ہو جائے گا۔ بلکہ اس خطبہ کے ذریعہ مَیں دوستوں کو توجہ دلاتا ہوں کہ ان میں سے جس شخص کے ذہن میں بھی ایسی تجاویز آئیں وہ مجھے بھی لکھے کہ جماعتی ترقی کے لیے میرے نزدیک اِن اِن تجاویز پر عمل کرنا ضروری ہے۔ اِس طرح انہیں صرف دوسروں کی بیماری کا ہی نہیں اپنی بیماری کا بھی احساس ہو جائے گا۔ کیونکہ جب انسان دوسروں کے متعلق کوئی بات بیان کرتا ہے اور خود اس میں خامی موجود ہو تو دوسرے لوگ کہتے ہیں کہ پہلے اپنی تو اصلاح کرو اور اِس طرح اُس کی بھی اصلاح ہو جاتی ہے۔

مجھے یاد ہے ایک دفعہ ہماری مجلس شوریٰ میں ایک شخص نے دھواں دار تقریر کی جس میں کہا کہ اصل چیز یہ نہیں کہ چندے کی نسبت کو بڑھایا جائے بلکہ اصل چیز یہ ہے کہ ہر شخص سے چندہ وصول کیا جائے۔ اگر چندہ کی وصولی کی باقاعدہ کوشش کی جائے اور تمام افراد سے مقررہ چندہ وصول کیا جائے تو یہ ضرورت ہی پیش نہیں آسکتی کہ اس کی نسبت کو بڑھایا جائے۔ غرض بڑی لطیف اور مؤثر اور دلنشیں تقریر اس نے کی جس کا جماعت پر بڑا اثر ہوا۔ جب وہ تقریر کر کے بیٹھا تو ایک نہایت مسکین صورت انسان جو اُسی جماعت کا فنانشل سیکرٹری تھا کھڑا ہوا۔ اس نے اپنی جیب سے کاپی نکال لی اور کہا مَیں ان تقریر کرنے والے دوست کو توجہ دلاتا ہوں کہ انہیں سب سے پہلے اِس وعظ پر آپ عمل کرنا

چاہیے۔ میرے پاس چندہ کی کاپی موجود ہے اور مَیں یہ بتانا چاہتا ہوں کہ ان صاحب کے ذمہ اتنے مہینوں کا چندہ بقایا ہے جو ابھی تک انہوں نے ادا نہیں کیا۔ نتیجہ یہ ہوا کہ سب لوگ ہنس پڑے اور وہ اثر جو اُس کی تقریر سے ہوا تھا جاتا رہا۔ لیکن مَیں سمجھتا ہوں اس کے بعد اُس شخص نے اپنی اصلاح کی طرف ضرور توجہ کی ہوگی۔ پس اِس رنگ میں بہت سی اصلاح کے مواقع نکل سکتے ہیں۔ جماعت کے دوستوں کو چاہیے کہ وہ اس بارہ میں دلچسپی لیں اور اپنی بیماری پر غور کریں۔ جب وہ اپنی بیماری پر غور کریں گے تو خود بخود انہیں علاج کی طرف توجہ پیدا ہو جائے گی اور جب انہیں دوسروں کی بیماری کا احساس پیدا ہوگا تو اس کے نتیجہ میں اُنہیں اپنی بیماری کا بھی احساس پیدا ہوتا چلا جائے گا۔ پہلے وہ کہیں گے زید میں یہ نقص ہے، بکر میں یہ نقص ہے، عمرو خالد میں یہ نقص ہے مگر زید اور بکر اور عمر اور خالد بھی اپنے منہ میں زبان رکھتے ہوں گے۔ وہ کہیں گے تجھے دوسروں کی آنکھ کا تنکا تو دکھائی دیا مگر اپنی آنکھ کا شہتیر نظر نہیں آتا۔ اگر تجھے اصلاح کا احساس ہے تو اپنی آنکھ کا شہتیر بھی دیکھ۔ اس طرح سب لوگوں کے اندر بیداری پیدا ہو جائے گی اور ہر شخص اپنے نقائص اور کمزوریوں کو دور کرنے کی کوشش کرے گا۔ بہر حال اب کچھ نہ کچھ کرنا ہمارے لیے ضروری ہے۔ دراصل ہماری خاموشی ہی ہماری بیماری ہے ورنہ درحقیقت ہمارے اندر ذاتی طور پر کوئی بیماری نہیں کیونکہ خدائی تقدیر یہی ہے کہ ہماری جماعت آگے بڑھے اور دنیا میں ترقی کرے۔ اس تقدیر کے مطابق جو شخص کام کرے گا اُس کے ضرور اعلیٰ نتائج پیدا ہوں گے۔ اور جو شخص اس تقدیر کے خلاف اٹھے گا وہ اپنے مقصد کو کبھی بھی حاصل نہیں کر سکے گا"۔

(الفضل یکم مارچ 1949ء)

1: تذکرہ صفحہ 402 ایڈیشن چہارم میں الفاظ بدیں طور ہیں ''لاہور میں ہمارے پاک ممبر موجود ہیں''۔

2: **نکّو**: رسوا، بدنام، بُرا (اردو لغت تاریخی اصول پر، جلد 20 صفحہ 337، اردو لغت بورڈ کراچی)

3: **مُشایعت**: رخصت کرنے کے لیے چند قدم ساتھ جانا۔